OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com
DOI: https://doi.org/10.53575/u8.v6.02(22)75-89

عالمِ انسانیت پر اسلامی تہذیب وثقافت کے اثرات

Impact of Islamic Civilization and Culture on Humanity

DR. MUHAMMAD SHAHBAZ MANJ
Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha

DR. HAFIZ MUHAMMAD ABRAR AWAN
PhD Islamic Studies, Sheikh Zaid Islamic Centre, Punjab University, Lahore

DR. SAMI ULLAH
Assistant Professor Arabic, University of Education, Lahore (Jauharabad Campus)

Received on: 10-04-2022 Accepted on: 25-05-2022

Abstract

In the sphere of culture and civilization, adoption, acceptance, gaining and impact are undeniable facts. This paper studies the impacts of Islamic civilization on the other civilizations. It finds that Islamic civilization had been a profound impact on the other civilization intellectually, socially and scholarly. This is not only a claim of Muslim scholars but a fact confessed by prominent western scholars and historian of science and knowledge.

Keywords: Adoption, Islamic Civilization, Intellectual, Social, scholarly, Impact, civilizations of the world.

اس دنیاے رنگ وبو کے لاتعداد فکری و نظری اور سماجی و عملی زاویوں کا اسلامی تہذیب سے نمو پذیر ہونا ایک بدیہی حقیقت ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ اسلامی تہذیب کی اس اثر انگیزی اور دیگر تہذیبوں اور نظام ہاے فکر و عمل کے ارتقا کے حوالے سے اس کے کردار کا انکار کرتے یا اسے گہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مقالے میں ہمارا موضوع اس حقیقت کی دریافت ہے کہ اسلامی تہذیب وثقافت نے عالمِ انسانیت کو کچھ دیا ہے یا نہیں؟ کیا کچھ ایسے امور ہیں، جو دیگر تہذیبوں اور ثقافتوں نے اسلام سے مستعار لیے ہیں؟ اسلامی تہذیب کا انسانی فکر و عمل کے ارتقا میں کوئی حصہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے؟ کس نوعیت کی بدیہی تبدیلیاں ہیں، جو ہمیں اسلامی تہذیب کا نتیجہ نظر آتی ہیں؟

عالمِ انسانیت اور اس کی تہذیبوں اور ثقافتوں پر نظر ڈالنے سے ان پر اسلامی تہذیب کے جو اثرات نظر آتے ہیں ان کو نوعیت کے لحاظ سے دیکھیں تو ہم انھیں علمی، فکری اور سماجی اثرات کے تحت تقسیم کر سکتے ہیں۔ چناں چہ ان سطور میں ہم ان تین نوعیتوں کے اثرات کو بعض ذیلی عنوانات کے تحت مطالعہ کریں گے:

علمی اثرات

علم کی غیر معمولی اہمیت وتڑپ

اسلام نے علم کو غیر معمولی اہمیت دی۔آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی پہلی وحی ہی میں لکھنے ،پڑھنے اور تعلیم و تعلم سے بحث کی گئی۔ارشاد ہوا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚخَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚاِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙالَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ[1]

پڑھیے! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔انسان کو خون کے ایک لو تھڑے سے بنایا۔پڑھیے! آپ کا رب سب سے بزرگی والا ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔انسان کو وہ کچھ تعلیم فرمایا، جو وہ نہیں جانتا تھا۔

فرشتوں کے مقابلے میں آدم کی برتری علم کے ذریعے ثابت کی گئی ہے۔[2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔ "مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ "قرآن نے اہلِ علم کی بلندیِ درجات کا اعلان کیا: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ[3]۔ علم والوں کو جاہلوں سے ممیز کیا گیا: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ[4]۔ "علما کو انبیا کا وارث قرار دیا گیا: " اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءُ ۔طلبِ علم بہترین عبادت ٹھری: اَ فضَلُ الْعِبَادَةِ طَلَبُ الْعِلْمِ۔ پنگھوڑے سے لے کر قبر تک علم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی: اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ۔ طلبِ علم کو فریضہ قرار دیا گیا: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ طلب علم کو راہِ خدا میں جہاد سے تعبیر کیا گیا۔ مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ۔

علم و تعلیم پر اسلام کے اس قدر زور دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہلِ اسلام میں علم کے حصول کی بے پناہ تڑپ پیدا ہو گئی۔ پڑھنے لکھنے کو عیب سمجھنے والے عربوں کے ہاں لکھنا پڑھنا پسندیدہ ترین فعل بن گیا۔ لوگوں نے تعلیم و تعلم کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ شب و روز حصولِ علم میں صرف ہونے لگے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں نے علم میں اتنی ترقی کر لی کہ دنیا میں سب سے بڑے صاحبانِ علم ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا۔ اسلامی تہذیب کے ظہور سے پہلے علوم کے اعتبار سے یونانی دنیا کے امام سمجھے جاتے تھے۔ اہل اسلام نے یونانیوں کو کہیں پیچھے چھوڑ دیا اور دنیوی و سیاسی سرداری کے ساتھ ساتھ علمی سرداری بھی اپنے نام کر لی۔

اسلام میں علم کی بے پناہ اہمیت اور اہلِ اسلام کی غیر معمولی علمی ترقی و منزلت نے عالمِ انسانیت کی توجہ اپنی جانب کھینچی۔ مغرب کے مختلف ممالک سے لوگ اسلامی مراکزِ علم بغداد، قرطبہ، طلیطلہ وغیرہ کی طرف کشاں کشاں آنے اور علمی پیاس بجھانے لگے۔ مسلمانوں کی شمع علم کی

روشنی یورپ پہنچی اور یورپ سے جہالت کے اندھیرے چھٹے۔ آج مغرب کو جس علمی ترقی پر ناز ہے، وہ بلا شبہ اسلام اور مسلمانوں کی مرہونِ منت ہے۔ اگر اسلام اور اسلامی تہذیب نہ ہوتی تو مغرب کی موجودہ علمی ترقی ناممکن ہوتی۔ یہ دعوی محض مسلمانوں ہی کا نہیں، بڑے بڑے نامور مغربی اہلِ قلم نے واضح لفظوں میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ مثلاً ایک مصنف لکھتا ہے:

That network, Oriental-Greek-Arabic, is our network. The neglect of Arabic science and the corresponding misunderstanding of our own -mediaeval traditions was partly due to the fact that Arabic studies were considered a part of Oriental studies. The Arabists were left alone or else in the company of other orientalists, such as Sanskrit, Chinese or Malay scholars. That was not wrong but highly misleading. It is true the network, our network, included other Oriental elements than the Arabic or Hebrew, such as the Hindu ones to which reference has already been made, but the largest part for centuries was woven with Arabic threads. If all these threads were plucked out, the network would break in the middle.[5]

علم کا مشرقی یونانی عربی نظام ہمارا نظام ہے۔ عربی سائنس کو نظر انداز کرنا اور اس کے نتیجے میں ہماری اپنی قرونِ وسطیٰ کے علمی روایت کی غلط تفہیم کا سبب یہ تھا کہ عرب کی سائنس کا مطالعہ مشرقیات کا ہی حصہ سمجھا گیا۔ اہلِ عرب کو یا تو بالکل چھوڑ دیا گیا یا انھیں مشرقی اہلِ علم مثلاً سنسکرت، چینی اور ملائی اہلِ علم کے ساتھ منتھی کر دیا گیا۔ یہ غلط ہی نہیں بلکہ شدید گمراہ کن تھا، سچ یہ ہے کہ اس علمی نظام یعنی ہمارے نظام میں عربی یا عبرانی کے علاوہ دوسرے مشرقی عناصر بھی شامل تھے۔ مثلاً ہندو عناصر جن کی طرف پہلے ہی اشارہ کیا جا چکا ہے۔ لیکن صدیوں تک اس کا بڑا حصہ عربی دھاگوں سے بنا گیا، اگر ان سب دھاگوں کو الگ کر دیا جائے تو (آج کی جدید علمی ترقی کا) یہ تمام نیٹ ورک یہیں پر ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے۔

مختصر یہ کہ اسلامی تہذیب وثقافت نے عالمِ انسانیت پر علمی حوالے سے ایک گہرا اثر یہ ڈالا کہ دنیا میں علم کو غیر معمولی اہمیت دی جانے لگی۔ علم کی پیاس بڑھی، مشرق و مغرب میں علوم و فنون اور تعلیم و تعلم کے چرچے ہوئے اور بنی نوع انسان نے جہالت کی تاریکی سے نجات حاصل کی۔

درس گاہوں کا قیام

دنیائے انسانیت پر اسلامی تہذیب کے علمی اثرات کا ایک نمایاں مظہر درس گاہوں کا عام ہونا ہے۔ اسلام نے علم کو بہت زیادہ اہمیت دی تھی، جس کے نتیجے میں اہلِ اسلام میں علمی و تعلیمی سرگرمیاں نہایت تیزی سے شروع ہو گئی تھیں۔ ان علمی سرگرمیوں میں ایک نہایت اہم چیز حلقہ ہائے درس اور درسگاہوں کا قیام تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی دور میں دارِ ارقم کو صحابہ کی تعلیم و تربیت کا مرکز بنائے رکھا اور ہجرت کے بعد مسجدِ نبوی سے متصل ایک درسگاہ صفہ قائم فرمائی، جو اسلام کا پہلا باقاعدہ مکتب تھی۔ یہاں لوگ دن رات تعلیم و تعلم میں مصروف رہتے۔ عہدِ خلفائے راشدین میں صحابہ کرام نے مختلف علاقوں میں اپنے اپنے حلقہ ہائے درس قائم کیے۔ نیز خلفائے راشدین نے باقاعدہ سرکاری خرچ پر معلم مقرر کرنے کا اہتمام کیا۔ عہدِ بنو امیہ میں درس و تدریس کے حلقے مزید پھیل گئے اور عہد بنو عباس میں وسیع

پیمانے پر مدارس کا قیام عمل میں آیا اور درس گاہوں کی تعمیر پر خطیر رقوم خرچ ہوئیں۔ اسلامی درسگاہوں نے اہلِ عالم کی توجہ کو اپنی جانب کھینچا۔ مختلف ممالک سے لوگ اسلامی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے آئے اور واپس اپنے علاقوں میں جا کر علم کی روشنی پھیلاتے۔ اس سرگرمی نے دنیائے انسانیت میں درس گاہوں کو عام کرنے میں خصوصی کردار ادا کیا۔ درس گاہوں کے حوالے سے اہلِ دنیا پر اسلامی اثرات کیمبرج یونیورسٹی کے جے۔ بی ٹرینڈ کے ان الفاظ سے نمایاں ہیں:

اہلِ اسلام کے ہاں ان کے زمانۂ عروج میں اندلس اور پرتگال میں عظیم الشان درسگاہیں قائم کی گئیں۔ لائبریریاں کتابوں سے بھر گئیں۔ عالمِ عیسائیت سے طلبہ کشاں کشاں اسلامی درس گاہوں کی طرف آئے۔ طلیطلہ کی درسگاہوں میں بڑے بڑے نامور عیسائی اہلِ علم مثلاً مائیکل اسکاٹ، ڈینیئل مورلے، ایڈلارڈ اور قرآن کے پہلے مترجم وغیرہ نے تعلیم حاصل کی۔

علمی تحقیق کا فروغ

علمی حوالے سے اسلامی تہذیب کا دنیائے انسانیت پر ایک اثر علمی تحقیق کا فروغ ہے۔ مواد کی چھان پھٹک اور کھرے کو کھوٹے سے الگ کرنے کے سلسلہ میں مسلمانوں کی خدمات انسانی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مسلمانوں کے لیے کسی بھی معاملے میں فیصلہ سے پہلے تحقیق و تدقیق کی محکم بنیادیں قرآن و حدیث نے فراہم کر دی تھیں۔ مثلاً قرآن حکیم میں تحقیق کے بغیر کسی اقدام سے منع کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔[6]

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو۔ پھر اپنے کیے پر نادم ہو۔

چناں چہ مسلمانوں میں گہرا تحقیقی رویہ پیدا ہو گیا۔ قرآن و حدیث کی جمع و تدوین کے سلسلے میں مسلمانوں نے تحقیق کے جو اعلیٰ معیارات قائم کیے اُن کا بڑے بڑے نامور مغربی مفکرین نے بھی اعتراف کیا ہے۔ اسی طرح تاریخ، جغرافیہ، عمرانیات وغیرہ علوم میں مسلمانوں نے تحقیق کے شاہکار پیش کئے۔ مسلمانوں کے دورِ عروج میں جب یورپی اقوام نے تعلیم کی غرض سے اسلامی مراکز کا رخ کیا تو انھیں مسلمانوں کے تحقیقی رویہ کو اپنانے کا موقع ملا۔ نتیجتاً اُن ممالک میں بھی علمی تحقیق کو فروغ حاصل ہونے لگا۔ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ آج یورپ وغیرہ میں علمی تحقیق کے حوالے سے جو ترقیاں نظر آتی ہیں وہ اسلامی تہذیب کی مرہونِ منت ہیں۔ معروف مغربی محقق رابرٹ بریفالٹ (Robert نے واضح کیا ہے کہ پندرھویں صدی میں حقیقی نشاۃ ثانیہ عربوں اور مسلمانوں کی بدولت ممکن ہوئی۔ یورپ کی حیاتِ نو اٹلی نہیں سپین میں وقوع پذیر ہوئی۔ جب اقوامِ یورپ جہالت و تاریکی کی اتھاہ گہرائیوں میں گری ہوئی تھیں دنیائے اسلام کے شہر بغداد، قاہرہ، قرطبہ، طلیطلہ، علم و تہذیب کے مرکز بنے ہوئے تھے۔ یہی وہ شہر ہیں جہاں انسانی ارتقا و ترقی کا سبب بنے والی نئی زندگی کی نمود ہوئی۔ صحیح تر بات یہی ہے کہ

عرب مسلمانوں کے بغیر یورپ کی جدید تہذیب کبھی ترقی نہ کر پاتی۔ مغرب کی جدید سائنسی ترقی میں اسلامی تہذیب کے گہرے اثرات کے حوالے سے بریفالٹ کے یہ الفاظ قابلِ ملاحظہ ہیں:

It is highly probable that but for the Arabs, modern European civilization never have assumed that--- character which has enabled it to transcend all previous phases of evolution. For although there is not a single aspect of European growth in which the decisive influence of Islamic culture is not traceable, nowhere is it so clear and momentous as in the genesis of that power which constitutes the paramount distinctive force of the modern world and the supreme source of its victory, natural science and the scientific spirit. What we call science arose in Europe as a result of a new spirit of enquiry, of new methods of investigation, experiment, observation and measurement of the development of mathematics in a form unknown to the Greeks. That spirit and those methods were introduced into the European world by the Arabs.[7]

اِس بات کا غالب اِمکان ہے کہ عرب مشاہیر سے خوشہ چینی کئے بغیر جدید یورپی تہذیب دورِ حاضر کا وہ اِرتقائی نقطۂ عروج کبھی حاصل نہیں کر سکتی تھی جس پر وہ آج فائز ہے۔ یوں تو یورپی فکری نشو ونما کے ہر شعبے میں اِسلامی ثقافت کا اثر نمایاں ہے لیکن سب سے نمایاں اثر یورپی تہذیب کے اُس مقتدِر شعبے میں ہے جسے ہم تسخیرِ فطرت اور سائنسی وِجدان کا نام دیتے ہیں۔ یورپ کی سائنسی ترقی کو ہم جن عوامل کی وجہ سے پہچانتے ہیں وہ 'جستجو'، 'تحقیق'، 'تحقیقی ضابطے'، 'تجربات'، 'مشاہدات'، 'پیمائش' اور 'حسابی موشگافیاں' ہیں۔ یہ سب چیزیں یورپ کو معلوم تھیں اور نہ یونانیوں کو، یہ سارے تحقیقی اور فکری عوامل عربوں کے حوالے سے یورپ میں متعارف ہوئے۔

علم پر اجارہ داری کا خاتمہ

بعض مذاہب اور تہذیبوں میں علم پر بعض مخصوص طبقوں یا افراد کی اجارہ داری رہی ہے اور دیگر لوگوں پر نہ صرف یہ کہ علم کے دروازے بند رہے ہیں بلکہ وہ مذہبی یا مزعومہ مقدس تعلیم کے حصول پر سخت سزا کے مستوجب رہے ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی تہذیب نے علم پر کسی مخصوص طبقے کی اجارہ داری کا مکمل خاتمہ کر دیا۔ یہاں امیر، غریب، حاکم، محکوم، آزاد، غلام سب کے سب تعلیم پر یکساں حق رکھتے ہیں۔ اگر کوئی عجمی اور غیر سید کسی عربی یا سید سے علم میں آگے ہو تو وہ عزت و مرتبے میں بھی موخر الذکر سے آگے ہو گا۔ اسی لیے کہ اسلام کے نزدیک علم والے اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ[8]۔ مسلمانوں کی علمی تاریخ شاہد ہے کہ یہاں عجمی اور غیر عرب لوگوں نے علم میں امتیاز حاصل کر کے اسلامی تاریخ میں وہ انفرادیت پائی کہ اہلِ عرب اس پر رشک کرتے ہیں۔ ''علم سب کے لیے'' کا یہ تصور جب دیگر اقوام تک پہنچا تو ان کے ہاں بھی ایسی تحریکیں چلیں کہ علم کو مخصوص گروہوں اور طبقوں تک محدود رکھنا مشکل ہو گیا۔ حتیٰ کہ عالمِ انسانیت نے علم پر اجارہ داری کی لعنت سے نجات حاصل کر لی۔ آج وہ شخص بھی آزادی سے

علم حاصل کر سکتا ہے جو ایک زمانے میں تعلیم پر سزا کا مستحق تھا۔

دیگر اقوام کے علم سے اخذ واستفادہ

اسلامی تہذیب نے علم کے معاملہ میں اس تعصب و تنگ نظری کا خاتمہ کیا کہ صرف وہی چیزیں سیکھی اور سکھائی جائیں جن کا تعلق اپنی قوم یا تہذیب سے ہو۔ اس نے خذ ما صفا ودع ما کدر کا رویہ اپناتے ہوئے نہایت کھلے دل کے ساتھ دیگر اقوام اور تہذیب کے مفید علم سے اخذ و استفادہ کی روایت قائم کی۔ قدیم یونانی اور ہندی کتابوں کے عربی تراجم کئے گئے اور انہیں مسلمانوں کے ہاں وسیع پیمانے پر پڑھا پڑھایا گیا۔ یہی نہیں بلکہ مسلمانوں نے دیگر اقوام کے علوم میں بہت کچھ اصلاح و ترمیم کر کے اسے آنے والی نسلوں کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کی۔ آج قدیم علوم سے اخذ واستفادہ کی جو روایت نظر آتی ہے اور ایک قوم دوسری قوم سے علمی سطح پر مستفید ہو رہی ہے یا بہ الفاظ دیگر آج جو Knowledge Sharing دکھائی دے رہی ہے اس میں اسلامی تہذیب کا بہت بڑا حصہ ہے۔

سائنسی ترقی وعروج

دنیائے انسانیت بالخصوص مغربی اقوام کی موجودہ سائنسی ترقی اسلامی تہذیب کی مرہونِ منت ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف مغرب کے بڑے بڑے نامور مؤرخین و مصنفین نے کیا ہے۔ عام طور پر مغربی سائنسدان راجر بیکن کو تجرباتی اصول کا موجد خیال کیا جاتا ہے لیکن رابرٹ بریفالٹ نے اپنی مشہور تصنیف Making of Humanity میں اس بات کی تردید کی اور واضح کیا ہے کہ راجر بیکن نے دراصل مسلم سائنس اور اس کے طریقوں سے اہلِ مغرب کو روشناس کرایا تھا۔ وہ واضح کرتا ہے کہ موجودہ سائنس کا پودا کاشت کرنے والے مسلمان سائنسدان ہیں۔ اس کا اقتباس اوپر نقل کیا جا چکا ہے، جس میں اس نے واضح کیا ہے کہ یورپ کی سائنسی ترقی کو ہم جن عوامل کی وجہ سے پہچانتے ہیں وہ 'جستجو'، 'تحقیق'، 'تحقیقی ضابطے'، 'تجربات'، 'مشاہدات'، 'پیمائش' اور 'حسابی موشگافیاں' ہیں۔ یہ سب چیزیں یورپ کو معلوم تھیں اور نہ یونانیوں کو، یہ سارے تحقیقی اور فکری عوامل عربوں کے حوالے سے یورپ میں متعارف ہوئے۔ بہت سے مغربی مصنفین اعتراف کرتے ہیں کہ کیمیا، فلکیات، طب، ریاضی اور طبیعات وغیرہ علوم میں اہلِ مغرب نے مسلم سائنسدانوں سے وسیع پیمانے پر استفادہ کیا ہے۔ ہٹی نے اس نوع کے استفادے کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے:

The bulk of this scientific material, whether astronomical, astrological or geographical, penetrated the west through Spanish and Sicilian channels.[9]

اُس سائنسی مواد کا زیادہ تر حصہ۔۔۔ خواہ وہ 'علمِ فلکیات' (اجرامِ سماوی کا علم) کے مطالعہ پر مبنی ہو یا 'علم نجوم' (پیش بینی) کے مطالعہ پر یا 'علم جغرافیہ' پر مبنی ہو۔۔۔ اندلس (Spain) اور (اٹلی کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرے) سسلی (Sicily) کے ذریعے عالمِ مغرب میں داخل ہوا۔

ہٹی واضح کیا ہے کہ مغربی علم وسائنس میں بہت سے نام اور اصطلاحات تک عربی الاصل ہیں:

Not only are most of the star… names in European languages of Arabic origins… but

a numbers of technical terms… are likewise of Arabic etymology and testify to the rich legacy of Islam to Christian Europe.[10]

یورپ کی زبانوں میں نہ صرف بہت سے ستاروں کے نام عربی الاصل ہیں بلکہ لاتعداد اِصطلاحات بھی داخل کی گئی ہیں جو یورپ پر اِسلام کی بھرپور وراثت کی مہرِ تصدیق ثبت کرتی ہیں۔

مغرب کے مسلمانوں سے استفادے کے حوالے سے ہٹی کے افکار کا تذکرہ کرتے ہوئے سید امیر علی نے لکھا:

In the field of natural history especially botany, pure and applied, as in that of astronomy and mathematics, the western Muslims (of Spain) enriched the world by their researches. They made accurate observations on the sexual difference (of various plants.[11]

قدرتی تاریخ کے میدان میں خاص طور پر خالص یا اطلاقی علم نباتات میں فلکیات اور ریاضیات کی طرح اندلس کے مغربی مسلمانوں نے اپنی تحقیقات کے ذریعہ سے دُنیا کو مستفید کیا۔ اِسی طرح مختلف پودوں میں پائے جانے والے جنسی اِختلاف کے بارے میں اُن (ابو عبداللہ التمیمی اور ابوالقاسم العراقی) کی تحقیقات بھی علمُ النباتات کی تاریخ کا نادِر سرمایہ ہیں۔

مغربی درس گاہوں میں مسلم سائنس دانوں کی کتابیں پڑھائی جاتی رہیں اور نہیں سند کا درجہ دیا جاتا رہا ہے۔ کیمیا میں جابر بن حیان، فلکیات میں فرغانی، طب میں ابن سینا اور زہراوی، ریاضی میں خوارزمی اور طبیعات میں ابن الہیثم وغیرہ مغربی سائنس دانوں کے امام ہیں۔ علم طب کے حوالے سے مسلمانوں کے اہلِ مغرب کے پیش رو ہونے سے متعلق ایک مغربی مصنف لکھتا ہے:

Their medical studies, later translated into Latin and the European languages, revealed their advanced knowledge of blood circulation in the human body. The work of Abu`l-Qasim al-Zahrawi, Kitab al-Tasrif,on surgery, was translated into Latin by Gerard of Cremona and into Hebrew about a century later by Shem-tob ben Isaac. Another important work in this field was the Kitab al-Maliki of al-Majusi (died 982 AD), which shows according to Browne that the Muslim physicians had an elementary conception of the capillary system (optic) and in the wokrs of Max Meyerhof, Ibn al-Nafis (died 1288 AD) was the first in time and rank of the precursors of William Harvery. In fact, he propounded the theory of pulmonary circulation three centuries before Michael Servetus. The blood, after having been refined must rise in the arterious veins to the lung in order to expand its volume, and to be mixed with air so that its finest part may be clarified and may reach the venous artery in which it is transmitted to the left cavity of the heart.[12]

ان کے طبّی علم اور معلومات والی کتب جن کا بعد ازاں لاطینی اور یورپی زبانوں میں ترجمہ ہوا، اُن کی اِنسانی جسم میں خون کی گردش کے متعلق وُسعتِ علم کا اِنکشاف کرتی ہیں۔ 'ابوالقاسم الزہراوی' کی جراحی پر تحقیق 'کتابُ التصریف لِمَن عجز عنِ التالیف' جس کا ترجمہ Cremona کے Gerard نے لاطینی زبان میں کیا، اور ایک صدی بعد Shem-tob ben Isaac نے عبرانی زبان میں کیا۔ اِسی میدان میں ایک اور اہم ترین کام المجوسی (وفات 982ء) کی تصنیف 'کتابُ الملکی' ہے، 'براؤن' کے مطابق یہ کتاب اِس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ

مسلمان اَطباء کو شریانوں کے نظام کے بارے میں بنیادی تصوّرات اور معلومات حاصل تھیں اور 'میکس میئر ہوف' کے اَلفاظ میں 'ابنُ النفیس' (وفات 1288ء) وقت اور مرتبے کے لحاظ سے 'ولیم ہاروے' کا پیش رَو تھا۔ حقیقت میں اُس نے 'مائیکل سرویٹس' سے تین صدیاں پہلے سینے میں پھیپھڑوں کی حرکت اور خون کی گردِش کا سراغ لگایا تھا۔ خون صاف کئے جانے کے بعد بڑی بڑی شریانوں میں وہ یقیناً پھیپھڑے کی شریانوں میں بلند ہونا چاہیئے تاکہ اُس کا حجم بڑھ سکے اور وہ ہوا کے ساتھ مل سکے تاکہ اُس کا بہترین حصہ صاف ہو جائے اور وہ نبض کی شریان تک پہنچ سکے جس سے یہ دِل کے بائیں حصے میں پہنچتا ہے۔

فکری اثرات

حریتِ عقل و فکر

اسلام سے قبل مختلف اقوام اور تہذیبوں میں فکری حوالے سے سخت جمود اور تعصب و تنگ نظری کا ماحول تھا۔ اہلِ مذہب نے لوگوں کے عقل و فکر سے کام لینے پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کر رکھی تھیں۔ مذہبی معاملات میں عقل کو کام میں لانا جرم سمجھا جاتا تھا۔ یورپ میں عقل استعمال کرنے والوں کو قید، جرمانے اور زندہ جلانے کی سزائیں دی گئیں، لیکن اسلام نے نہ صرف یہ کہ عقل کے استعمال پر کوئی پابندی عائد نہ کی بلکہ عقل استعمال کرنے پر زور دیا۔ قرآن حکیم میں جگہ جگہ غور و فکر اور سوچنے سمجھنے کی دعوت دی گئی ہے اور جو لوگ عقل و فکر سے کام نہیں لیتے انہیں جانوروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اہلِ اسلام نے حریت عقل و فکر کا ماحول پیدا کیا جس سے مشرق و مغرب کی دیگر اقوام اور تہذیبوں میں حریت عقل و فکر کا تصور پروان چڑھا اور بالآخر انسان نے فکری جمود سے نجات حاصل کر لی۔ آج کسی بھی معاشرے میں انسانی فکر پر قدغن لگانا نہ صرف برا سمجھا جاتا ہے، بلکہ ناممکن ہو کر رہ گیا ہے۔

تصورِ شرفِ انسانی

اسلام نے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ [13] (ہم نے بنی نوع انسان کو بزرگی و عزت عطا کی) ایسے اعلانات کے ذریعے یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کرائی کہ انسان اس دنیا میں سب سے بہترین اور اعلیٰ مخلوق ہے۔ اس کے شایانِ شان نہیں کہ وہ کسی مخلوق کو سجدہ کرے۔ کائنات کی ہر چیز اس کی خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ وہ کائنات کا خادم نہیں مخدوم ہے۔ فرشتوں سے ایسی نوری اور معصوم مخلوق بھی اس کے آگے سجدہ ریز ہے۔ اسلام کے دیئے ہوئے اس تصور کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان نے کائنات پر اپنی خادم مخلوق کی حیثیت سے نگاہ دوڑانا شروع کی۔ وہ اجرام فلکی کی پرستش کی بجائے ان پر کمندیں ڈالنے لگا۔ مختلف اشیا کے آگے جھکنے کی بجائے ان سے اپنی خدمت لینے کے منصوبے بنانے لگا۔ آج سائنس کی ترقی کے نتیجے میں کائنات کا انسان کا خادم ہونا سامنے کی بات نظر آتی ہے لیکن جب اسلام نے یہ تصور دیا اس وقت ایک عام آدمی کے لیے یہ خیال کرنا بھی محال تھا۔

مذہبی بیداری و اصلاح

اسلامی تہذیب کے زیر اثر دیگر تہذیبوں میں بہت سے مذہبی مصلحین پیدا ہوئے، جنہوں نے اپنے اپنے مذاہب کو مذہبی رہنماؤں کی مذہبی

پیوند کاریوں کو ختم کر کے مذاہب کو ان کی اصلی شکلوں میں عوام الناس کے سامنے لانے کا بیڑہ اُٹھایا۔ عیسائیوں کے ہاں مارٹن لوتھر اور ہندوؤں کے ہاں سوامی دیانند، بھگت کبیر اور بابا گورونانک وغیرہ کے مذہبی اصلاح کے حوالے سے کئے گئے کاموں پر اسلامی تہذیب کے گہرے اثرات صاف دیکھے جا سکتے ہیں۔ آج جو عیسائیوں کے ہاں بہت سے لوگ مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے یا اس کی ایسی توجیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو مسلمانوں کے ہاں قابل قبول ہو اور عقیدۂ تثلیث کو مسیح علیہ السلام کی تعلیم میں اضافہ قرار دیتے ہیں یا ہندوؤں کے ہاں ذات پات اور ستی وغیرہ کی وسیع پیمانے پر مخالفت کی جا رہی ہے اور اس کے خلاف قانون سازی ہو رہی ہے، اس میں اسلام کا کردار غیر معمولی ہے۔

ذہنی گہرائی و گیرائی

اگر فکر پر قدغنیں اور پابندیاں ہوں تو ذہنِ انسانی محدودیت و سطحیت کا شکار رہتا ہے جبکہ غور و فکر اور عقل کا استعمال اسے گہرائی و گیرائی عطا کرتا ہے۔ اسلام نے غور و فکر اور تدبر و تفکر پر زور دے کر انسانی ذہن کو اس کی تنگ دامانی سے نجات دلائی۔ وہ نئے نئے اور بلند و اعلیٰ تصورات و نظریات کا حامل بننے کے قابل ہوا اور وہ وہ چیزیں کرید نکالیں کہ جن کا اسلام کے اس عطیے سے ناواقف شخص تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسلام کے انسان کے دینی و عقلی ترقی کا سبب بننے کا مختلف ادوار کے بڑے بڑے مفکرین اور فلاسفہ نے اعتراف کیا ہے۔

اختلاف و اظہارِ رائے کی آزادی

اسلامی تہذیب کی بدولت انسانیت کو وسیع پیمانے پر رائے کے اختلاف اور اظہار کی آزادی حاصل ہوئی۔ اسلامی تاریخ میں مذہبی رہنماؤں یا اہلِ اقتدار سے مذہبی و علمی اختلاف کی بنا پر اس قسم کے مظالم کا نام و نشان تک نہیں ملتا جو یورپ کی تاریخ میں کلیسا کی طرف سے اہل علم و سائنس پر ڈھائے گئے۔ یہاں ایک عام آدمی خلیفۂ وقت سے بلا دھڑک اختلاف کرتا اور اگر اس کے پاس دلیل قوی ہوتی تو خلیفہ اس کی بات ماننے اور اپنی رائے ترک کرنے میں ذرا تامل نہ کرتا۔ اسلام نے۔ اَفۡضَلُ الۡجِہَادِ کَلِمَۃُ حَقٍ عِنۡدَ سُلۡطَانٍ جَائِر۔ (جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا بہترین جہاد ہے۔) کی تعلیم دے کر اہلِ اسلام کو حق بات کے اعلان و اظہار کے لیے ہر قسم کے خوف و خطرے سے آزاد کر دیا۔ مسلم علما و اولیا نے اس کی بے نظیر عملی مثالیں پیش کر کے عالمِ انسانیت میں یہ شعور اُجاگر کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا کہ آدمی جس بات کو حق سمجھتا ہے اسے مہذب طریقے سے پیش کرنا اس کا بنیادی حق ہے اور دنیا کا کوئی شخص اس سے محروم کرنے میں حق بجانب نہیں۔

سماجی و معاشرتی اثرات

فروغِ شعورِ مساوات

اسلامی تہذیب نے بنی نوع انسان میں مساواتِ انسانی کے شعور کو فروغ دینے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ اسلام نے تعلیم دی کہ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ [14] (اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور

تمہارے کنبے قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یقیناًاللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔)یاایُّھَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَ لَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی [15](اے لوگو! بے شک تمہارا پروردگار ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے خبردار! کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے۔)حضور اور خلفائے راشدین نے اپنے عہد ہائے حکومت میں عملاً حاکم و محکوم، امیر و غریب اور چھوٹے و بڑے کے تمام امتیازات مٹا دیئے۔ بڑے بڑے معززین اور عالی مرتبت لوگوں اور غلاموں میں کوئی فرق نہ رہا۔ اسلام کی اس تعلیم اور اہلِ اسلام کے عملی اقدامات نے ایسا ماحول پیدا کر دیا کہ جن معاشروں میں طبقاتی تقسیم انتہائی گہری تھی ان میں بھی ان کے خلاف شدید ردِ عمل پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ سب لوگوں کو مساوی درجہ دینے کی زوردار آوازیں اُٹھنا شروع ہوئیں۔ یہاں تک کہ بین الاقوامی سطح پر سب لوگوں کے مساوی حقوق تسلیم کر لیے گئے۔ ہندو معاشرے میں شودروں کو دیگر ہندوؤں کے برابر مقام دینے سے متعلق تحریکیں اور اقوام متحدہ کی مساواتِ انسانی سے متعلق شقیں وغیرہ بہت حد تک اسلامی تہذیب کے ثمرات ہیں۔

عورتوں کے حقوق پر زور

اسلام سے قبل عورتیں انتہائی ظلم و ستم کا شکار تھیں۔ یہاں تک کہ بعض معاشروں میں انہیں انسان تک نہ سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیئے۔ انہیں مردوں ہی کی طرح جائیداد میں حصہ دار ٹھہرایا۔ [16] خاوندوں کو بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آنے کی تلقین کی: **وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** [17]۔ ماں کے قدموں تلے جنت قرار دی۔ اَقْدَامِ الْاُمہاتِ۔ بیٹوں کو اللہ کی رحمت سے تعبیر کیا اور ان کی اچھی پرورش اور تعلیم و تربیت کرنے اور بالغ ہونے پر ان کا نکاح کرنے والے کو جنت میں نبی آخرالزماں کی ہم نشینی کی بشارت دی گئی۔ حضور اور آپ کے اصحاب نے عورتوں کی عزت و توقیر میں بے پناہ اضافہ کیا اور ان کو سوسائٹی میں نہایت بلند مقام و مرتبہ کا حامل بنا دیا۔ حقوق نسواں سے متعلق اسلامی تعلیمات اور اہلِ اسلام کے عورتوں سے بہترین سلوک نے عالمِ انسانیت میں عورتوں کے حقوق اور ان کی ادائیگی کے بارے بیداری پیدا کی اور مختلف معاشروں میں ایسی تنظیمیں اور تحریکیں وجود میں آئیں جنہوں نے خواتین کے حقوق کے لیے اپنی اپنی جگہ بہت محنت کی۔ یہ اسلامی تہذیب کا کرشمہ ہے کہ آج خواتین اپنے حقوق کے حوالے سے بہت بہتر پوزیشن میں ہیں۔ تاہم موجودہ غالب تہذیب تمام تر دعوؤں کے باوجود عورتوں کو وہ حقوق فراہم نہیں کر سکی جو اسلام انہیں عطا کرتا ہے۔ آج بھی اگر اسلامی تہذیب کو غلبہ حاصل ہو تو عورتیں ان مسائل سے نکل سکتی ہیں جس سے وہ جدید تہذیب کے خوش کن نعروں کے ہاتھوں کھلونا بن کر دوچار ہیں۔

رواداری

اسلام رواداری کا علمبردار ہے۔ وہ دیگر مذاہب کی محترم شخصیات کے احترام، مذہبی مسائل میں اختلاف کو برداشت کرنے، کسی کو تبدیلیٔ

مذہب پر مجبور نہ کرنے اور مذہبی اختلاف کے باوجود دوسروں کے انسانی حقوق کالحاظ رکھنے پر زور دیتا ہے۔ وہ مذہب کے معاملہ میں جبر واکراہ کو ناپسند کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ [18] (دین میں کوئی جبر نہیں۔) اسلام انسان کے اس حق کو یقینی بناتا ہے کہ وہ اپنی آزاد مرضی سے جو بھی عقیدہ رکھنا چاہے رکھے اور جو بھی مذہب اختیار کرنا چاہے اختیار کرے۔ قرآن حکیم میں ہے: فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [19] (پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے۔) اسلام کی رواداری کی حد یہ ہے کہ وہ ان باطل معبودوں کو بھی گالی دینے سے منع کرتا ہے جن کو لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ [20]۔ رواداری سے متعلق اسلام کی تعلیمات اور مسلمانوں کے وسیع پیمانے پر ان پر عمل کے نتیجے میں ایک ایسی اسلامی تہذیب وجود میں آئی جو رواداری میں اپنی مثال آپ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں ایک انسان کی حیثیت سے ایک مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ غیر مسلموں کے جان ومال اور عزت وآبرو کو عین مسلمانوں کی طرح تحفظ حاصل تھا۔ کسی مسلمان کی طرف سے کسی غیر مسلم پر کسی بھی طرح کی زیادتی برداشت نہ کی جاتی تھی۔ قصاص کا اسلامی قانون غیر مسلموں کے قتل پر بھی اسی طرح حرکت میں آتا تھا جیسے مسلمانوں کے قتل پر۔ عہد نبوی میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص میں مسلمان کو قتل کرا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک اسلامی لشکر نے ایک ذمی کی فصل کو نقصان پہنچایا تو انہوں نے بیت المال سے اس کا معاوضہ دلایا۔ الغرض اسلامی تہذیب نے مذہبی اختلاف کے باوجود مل جل کر اپنے اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کی اعلیٰ روایات کو فروغ دیا۔ رفتہ رفتہ دیگر تہذیبوں میں بھی رواداری پر زور دیا جانے لگا اور ان معاشروں میں، جہاں دیگر مذاہب اور ان کے پیروکاروں کا وجود برداشت نہیں کیا جاتا تھا، مذہبی رواداری کی پرزور تحریکیں اُٹھنا شروع ہوئیں۔ آج دنیا میں جو مذہبی رواداری موجود ہے اس میں اسلامی تہذیب کا بنیادی کردار ناقابل انکار ہے۔ مغرب مذہبی رواداری کا کریڈٹ حاصل کرنے اور اسے اپنی جدید تہذیب کا ثمرہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے لیکن تاریخی حقائق اس کی تردید کرتے ہیں اور اس کا سہرہ اسلامی تہذیب کے سر باندھتے ہیں۔

شورائیت اور جمہوریت

مختلف انسانی معاشروں سے مطلق العنانیت اور آمریت کا خاتمہ بھی اسلامی تہذیب کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ اسلام نے: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ [21]۔ (معاملات میں ان سے مشورہ کرو۔) کی تعلیم کے ذریعے اس دور میں آمریت و مطلق العنانیت پر ضرب کاری لگائی جب ہر طرف آمریت و مطلق العنانیت کا دور دورہ تھا اور بادشاہ کا حکم ہی قانون سمجھا جاتا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے حامل ہونے کے باوجود تمام امور میں صحابہ سے مشورہ کرتے اور بہت دفعہ اپنی رائے کو ترک کر کے ان کی رائے کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اس چیز نے اسلامی تہذیب کو اس تصور

کی پختگی کا حامل بنادیا کہ اسلام میں مشورہ اور عوام الناس کی مرضی ومنشا کے بغیر حکومت کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَا خَلَافَةَ إِلَّا عَنْ مَّشُوْرَةٍ۔ ''مشورے کے بغیر خلافت نہیں۔'' خلفائے راشدین کی خلافت کے خلافتِ راشدہ قرار پانے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ اس میں عوام کی رضا شامل تھی۔ جہاں سے عوام کی مرضی کو دخل حاصل نہ رہا خلافت ملوکیت بن گئی۔ آج دنیا میں جمہوریت کا جو تصور اور چلن ہے اس میں اسلامی تہذیب کے اثرات ظاہر و باہر ہیں۔ جمہوریت اسلام کے تصور شورائیت کا بہت حد تک چربہ معلوم ہوتی ہے۔ شورائیت میں بھی رائے عامہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے اور جمہوریت میں بھی، صرف رائے عامہ معلوم کرنے کے طریقے میں اختلاف ہے۔

معاشی استحصال کی مخالفت

اسلام سے قبل سوسائٹی کے کمزور طبقوں کا وسیع پیمانے پر معاشی استحصال کیا جاتا۔ مال و جائیداد عام طور پر حکمرانوں اور صاحبانِ اقتدار و اختیار طبقوں کے پاس ہوتی اور دیگر لوگ انتہائی کسمپرسی کی زندگی گزراتے۔ اسلام نے وسائلِ رزق پر چند افراد کے سانپ بن کر بیٹھ رہنے کی سخت مخالفت کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ اللہ تعالیٰ نے معیشت کے ذرائع تمام بنی نوع انسان کے لیے یکساں پیدا کئے ہیں۔ ارشاد ہوا: وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ[22]۔ (اور ہم نے تمہارے اور ان کے لیے جن کو تم رزق فراہم نہیں کرتے، سامانِ معیشت پیدا کیا۔) معاشی استحصال کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ سرمایہ معاشرے میں گردش کرتا رہے۔ اسلام نے زکوٰۃ کا نظام قائم کیا اور اس کی یہی حکمت واضح کی کہ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ[23] (دولت تمہارے اغنیا ہی میں گردش نہ کرتی رہے) اہلِ اسلام نے معاشی فلاح و بہبود کے لیے اسلام کی فراہم کردہ سکیم پر عمل کیا اور سوسائٹی سے معاشی استحصال کا خاتمہ کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ دور آیا کہ اسلامی سوسائٹی میں زکوٰۃ دینے والے تو تھے مگر لینے والا کوئی نہ ملتا تھا۔ اسلامی تہذیب کے اس آئیڈیل معاشی عدل و انصاف نے دیگر تہذیبوں کے اہلِ درد لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور انہوں نے معاشی استحصال کی پر زور مخالفت اور اپنے اپنے معاشروں کو اس سے پاک کرنے کے لیے سخت جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ رفتہ رفتہ مختلف معاشروں میں معاشی استحصال میں کمی آنا شروع ہو گئی۔ پھر ایک وقت وہ بھی آیا جب بین الاقوامی سطح پر معاشی عدل و انصاف کے حق میں قرار دادیں منظور ہوئیں اور عملی اقدامات اُٹھائے گئے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر میں ہر آدمی کے لیے روزگار کے آزادانہ انتخاب اور وسائلِ رزق سے بلاامتیاز استفادے وغیرہ کے جو معاشی حقوق تسلیم کئے گئے ہیں، اس میں اسلامی تہذیب کے اثرات واضح طور پر ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

عدل وانصاف کا فروغ

عالمِ انسانیت میں عدل و انصاف کے فروغ میں بھی اسلامی تہذیب نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ احکام خداوندی جن میں دشمنی سے بھی عدل و انصاف کی تاکید کی گئی ہے۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ

لِلتَّقْوٰی [24]۔(اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں بات پر آمادہ نہ کرنے کہ انصاف کادامن چھوڑ دو،انصاف کیا کرو، یہ تقویٰ سے قریب تر ہے) کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین نے عدل وانصاف کی بہترین عملی مثالیں قائم کیں۔ بہت دفعہ ایسا ہوا کہ اسلامی عدالتوں نے عدل و انصاف کے اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کے مقابلے میں غیر مسلموں کے حق میں فیصلے دیئے۔ مسلمانوں کے عدل وانصاف سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ یوں اسلامی تہذیب مختلف معاشروں اور تہذیبوں میں عدل وانصاف کے حوالے سے شعور کی بیداری اور عملی اقدمات کا سبب بنی۔

اجتماعی شعور کی بیداری

اسلام نے تمام انسانوں کے ایک امت ہونے کا تصور پیش کیا ہے۔ارشادالٰہی ہے: وَمَاكَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً(تمام لوگ ایک ہی اُمت تھے، پھر الگ الگ ہو گئے) حضور کا ارشاد ہے: اِنَّ الْعِبَادَ كُلُّهُمْ اِخْوَةٌ۔(بے شک تمام انسان بھائی بھائی ہیں)اہلِ اسلام نے تمام انسانوں کو بحیثیتِ انسان برابر سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ مل جل کر رہنے کا پختہ تصور دیا اور اس سلسلہ میں اعلیٰ عملی مثالیں قائم کیں۔اس تصور و عمل نے عالمِ انسانیت میں اجتماعی شعور کی بیداری میں اہم کردار ادا کیا اور بین الاقوامی سطح پر اجتماع کے ضمن میں نظری و عملی سطحوں پر قابل قدر کام ہوا۔ بہت سے مغربی مفکرین کو تسلیم ہے کہ مختلف رنگ و نسل اور طبقات کے لوگوں کو اپنے اندر جذب کر کے ان میں احساسِ اخوت و اپنائیت پیدا کرنے میں اسلام کا بنیادی کردار ہے۔ چنانچہ Globalization کے موجود تصور کو اسلام کے تہذیبی اثرات کا نتیجہ کہنا بے جا معلوم نہیں ہوتا۔

حاصلِ بحث

مادی کائنات کے ساتھ ساتھ دنیاے انسانیت میں بھی توسع،ارتقا،اخذ واستفادہ،اثر پذیری اور اثر انگیزی ناقابلِ انکار حقائق ہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک نظامِ فکر و عمل دنیا میں جوبن پہ آئے، اپنا ایک حلقۂ ارادت پیدا کرے، بہت سے انسانوں اور معاشروں کو متاثر کرے اور اور عالم آدمیت میں اس کی اثر انگیزی مشکوک ومشتبہ ہو۔اسلام نے ایک موثر نظام فکر و عمل پیش کیا۔اس کے ظہور کو علامہ اقبال نے مشہودات میں استقرائی عقل کے آغاز سے تعبیر کیا تھا۔اس کی فکر وتہذیب قدیم وجدید عالم میں ایک واسطہ ہے۔اسلامی تہذیب نہ ہوتی تو لاریب عالم انسانیت کی صورت وہ نہ ہوتی، جو آج ہمیں نظر آتی ہے۔ بہت سے مغربی اہل قلم کے یہاں بھی اس حقیقت کا ادراک واظہار پایا جاتا ہے۔ یہاں ایک مغربی مورخ کا قول پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، یہ قول زیر نظر بحث کے ضمن میں خلاصے اور حاصل بحث کی حیثیت رکھتا ہے:

The coming of Islam six hundred years after Christ was the new, powerful impulse. It started as a local event, uncertain in its outcome; but once Muhammad conquered Makkah in 630 AD, it took the southern world by storm. In a hundred years, Islam conquered Alexandria, established a fabulous city of learning in Baghdad and thrust its frontier to the east beyond Isfahan in Persia. By 730 AD the Muslim Empire reached from Spain and Southern France to the borders of China and India. An empire

of spectacular strength and grace while Europe lapsed into the Dark Age... Muhammad had been firm that Islam was not to be a religion of miracles; it became in intellectual content a pattern of contemplation and analysis.[25]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چھ سو برس بعد اِسلام کا ظہور ایک نئی توانا تحریک کے طور پر ہوا۔ اُس کا آغاز ایک مقامی حیثیت سے ہوا، اور شروع میں نتائج کے اِعتبار سے صورتِ حال غیر یقینی تھی، مگر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 630ء میں جونہی فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے تو دُنیا کے جنوبی حصہ میں حیرت انگیز تبدیلی واقع ہوئی۔ ایک صدی کے اندر اسکندریہ فتح ہوا، بغداد اسلامی علم و فضل کا شاندار مرکز بنا اور اِسلامی حدوں کی وُسعت مشرقی اِیران کے شہرِ اِصفہان سے آگے نکل گئی۔ 730ء تک اِسلامی سلطنت اندلس اور جنوبی فرانس کو سمیٹتی ہوئی چین اور ہندوستان کی سرحدوں تک جا پہنچی۔ طاقت اور وقار کی اِس اِمتیازی شان کے ساتھ جہاں مسلم سلطنت اپنے عروج پر تھی، وہاں یورپ اُس وقت پستی اور تنزّل کے تاریک دَور سے گزر رہا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِسلام کو معجزات کے محدُود دائرے میں رکھنے کی بجائے اُسے غور و فکر اور تجزیہ کی نمایاں عقلی و فکری چھاپ عطا کی۔

اسلامی تہذیب کی عظمت کے اس بیان کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اہلِ اسلام کو آج اپنی عظمتِ رفتہ پر ناز سے زیادہ اسلامی تہذیب کے فی زمانہ کمال واقبال کی غرض سے مغرب سے علمی و سائنسی اعتبار سے استفادہ بھی ضروری ہے۔ اقبال نے ایک طرف مغرب کے اسلامی تہذیب سے بیش بہا استفادے کو واضح کرتے ہوئے کہا:

حکمتِ اشیا فرنگی زاد نیست
اصلِ او جز لذتِ ایجاد نیست
نیک اگر بینی مسلماں زادہ است
ایں گہر از دستِ ما افتادہ است
چوں عرب اندر اروپا پر گشاد
علم و حکمت را بنا دیگر نہاد

اور دوسری جانب مسلم عظمِ رفتہ کی بحالی کے لیے ان کے نزدیک یہ بھی ضروری تھا کہ مسلمان موجودہ دور کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے محض ماضی کا راگ ہی نہ الاپتے رہیں بلکہ تخلیقی قوت کے حامل بنیں، اس ضمن میں ان کے وژن کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اختراع وایجاد اور تازہ کاری سے غفلت ان کے نزدیک کفر و زندقہ تھا:

ہر کہ او را قوتِ تخلیق نیست
پیش ما جز کافر و زندیق نیست

چناچہ علم اور اختراع وایجاد کے معاملے میں اقبال نے اس اسلامی روایت کو اپنانے کی طرف توجہ دلائی کہ حکمت جہاں سے بھی ملے حاصل کر

لینی چاہیے، مشرق و مغرب کی تمیز و تفریق کی اس تناظر میں لایعنی ہے۔ فرمایا:

مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر

فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

References

[1] Al-Alaq 96: 1-5.
[2]Al-Baqarah2: 30-33.
[3]Al-Mujadalah 58: 11.
[4] Al-Zumur39: 8.
[5]George Sarton, A Guide to the History of Science: A First Guide for the Study of the History of Science, with Introductory Essays on Science and Tradition (Chronica Botanica, 1952), 29.
[6]Al-Hujurat49:6.
[7] Robert Briffault, The Making of Humanity,190-191.
[8] Al-Zumur 39:9.
[9] Hitti, History of the Arabs, 383-387.
[10] Hitti, History of the Arabs, 568-573.
[11] Ameer Ali, The Spirit of Islam, 385-387.
[12] Ibn al-Nafis and his Theory of the Lasser Circulation, Islamic Science, 23 : 166, June, 1935.
[13] Bani Israil17:70.
[14]Al-Hujurat 49:13.
[15]Musnad Ahmad
[16] Al-Nisa 4: 7.
[17]Al-Nisa 4: 19.
[18]Al-Baqarah 2: 256.
[19]AL-Kahaf18:29.
[20] Al-Anam 6:108.
[21] Al-Imran3:158
[22] Al-Hijr 15:20.
[23] Al-Hashr59:7.
[24]Al-Maidah5:8.
[25] J Bronowski, The Ascent of Man(London: 1973), 165-166.